
انوار جمال
احمد ندیم قاسمی
urdukutabkhanapk.blogspot.com

انوارِ جمال

(حمد، دُعا، نعت، سلام، چند نظمیں اور کچھ اشعار)

احمد ندیم قاسمی

مرتبین

ڈاکٹر ناہید قاسمی
نفیسہ حیات قاسمی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.4391 Qasmi, Ahmad Nadeem
Anwaar-e Jamaal/ Ahmad Nadeem
Qasmi.- Lahore : Sang-e-Meel
Publications, 2007.
176pp.
1. Urdu Literature - Modern Poetry.
I. Title

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

2007
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

ISBN 969-35-2032-7

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones 7220100-7228143 Fax 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

احمد ندیمؔ قاسمی کے والدِ گرامی

پیر غلام نبیؒ المعروف پیر نبی چنؒ کے نام

بخش دے گا مجھے خدائے جمیل
میں کہ ہوں ایک مدح خوانِ جمال
شعر کہنا شعاعیں چننا ہے
شاعری نورِ جاودانِ جمال
(ندیمؔ)

فہرست

عرضِ مرتبین

اہلِ دانش کا کہنا ہے کہ احمد ندیمؔ قاسمی کے سرمایہ ادب میں موضوعات کا تنوع ہے۔ انہوں نے تخلیقی وفور کے اظہار کے لیے اُردو اَدب کی کئی اصناف اپنائیں اور ہر برتی جانے والی صنف کے تقاضوں کو بخوبی پورا کیا۔ ندیمؔ کی شاعری بھرپور ''روحانی نغمگی'' اور ''سچی شاعرانہ تڑپ'' رکھتی ہے جبکہ اُس کی نمایاں پہچان یہ ہے کہ اسے شعور کی شاعری کہا جائے گا جو مستی و مدہوشی کی نسبت جگوری کا کام دیتی ہے۔ اس کا تعلق حقیقت افروزی کے شعور کے ساتھ ساتھ اعلیٰ افکار اور نفیس احساسات کے شعور سے بھی نہایت گہرا ہے۔ اسی لیے یہ بیک وقت دِل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ اُردو شاعری میں غالبؔ اور اقبالؔ کے بعد قلب و ذہن اور شعور و وجدان کو ایک ساتھ متوجہ کر لینے کی صلاحیت کا سلسلہ ندیمؔ نے بھی جاری رکھا۔ انہوں نے فکر و نظر اور جذبہ و احساس کے نئے دریچے بھی وا کیے اور خلوصِ نیت کی قدر و قیمت میں اضافہ بھی کیا۔

اپنے مذہب سے ندیمؔ کا تعلق تعصب زدگی' تنگ نظری یا محض جذباتیت کا حامل نہیں ہے۔ وہ غور و فکر اور تدبر سے کام لیتے ہوئے اپنی سمت کو ہمیشہ سیدھا رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔ انہیں اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے جو بہت عزیز ہیں' اُن میں عدل و انصاف' توازن و اعتدال' مثبت ارتقا' جرأتِ اظہار' حریت اور مساوات شامل ہیں۔ ندیمؔ

ایک سُنّی حنفی مسلمان خاندان سے تھے اور مذہب کے سلسلے میں وسعتِ قلب و نظر کے مالک تھے۔ ندیمؔ نے اپنے اولیں مجموعۂ کلام ''جلال و جمال'' (۱۹۴۶ء) میں کہا تھا:

''(میں نے) پکا مسلمان ہونے کی حیثیت میں مذہبی و حکیمانہ رنگ میں بھی شاعری کی..... اسلامی لٹریچر بہت وسیع ہے اور مجھے اس کے گہرے مطالعہ کے وافر مواقع (ابھی) نہیں ملے' اس لیے میں اس صنف میں کسی نوع کی انفرادیت نہ پیدا کر سکا' مگر آئندہ چل کر اس رنگ میں بھرپور انداز میں لکھنا' میری نہایت عزیز تمناؤں میں شامل ہے اور کیا عجب ہے کہ میں اسلام کو ایک آفاقی نظامِ حیات کی صورت میں آئندہ اپنی نظموں میں پیش کر سکوں۔''

قراۃ العین طاہرہ کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں ندیمؔ کہتے ہیں:

''اسلام دنیا کا ''ترقی پسند ترین'' مذہب ہے۔ یہ ملائیت کے مذہب سے الگ' سادہ اور سچا مذہب ہے اور میری ترقی پسندی نے بیشتر' قرآن و حدیث اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ سے انسپریشن حاصل کیا ہے۔''

اور:

''انسان' خدا اور کائنات کا رشتہ نہ کسی دور میں کمزور ہوا ہے نہ آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ جو لوگ اس رشتے کی کڑیاں کمزور کرتے ہیں' وہ دراصل خدا اور انسان کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے کتراتے اور فرار اختیار کرتے ہیں۔ ورنہ خدا' انسان اور کائنات کے مضبوط رشتے کا اثبات ہمیں ذہنی توانائی بخشتا ہے۔''

اپنے ربّ سے ندیمؔ کا ناتا بے حد انوکھا ہے۔ یہ وہی ربّ ہے جو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہے۔ ندیمؔ اپنے قادرِ مطلق پروردگار کی اَن گنت عنایات کے

معترف ہیں:

اہلِ ثروت پہ خدا نے مجھے سبقت دے دی
اُس کی رحمت نے قلم کی مجھے دولت دے دی

ان عنایات میں سے ایک سوچنے سمجھنے' تجزیہ کرنے اور پھر کسی فیصلے تک پہنچنے کی عطا بھی ہے جو ندیمؔ کو بہت پسند ہے۔ یہی تجزیاتی طرزِ فکر اُن کو زندگی کے سبھی معاملات کی کھوج کرنے میں اور اسی لیے مختلف سوال کرتے رہنے اور کوئی نظریہ قائم کر لینے کی تحریک دیتی ہے۔ اپنے نظریات کو کبھی بھی ''حرفِ آخر'' نہ سمجھنے والے اور مثبت انقلابی عمل اور ترقیٔ فکر و نظر کو خوش آمدید کہنے والے ندیمؔ نے عنفوانِ شباب میں' آغازِ شاعری کے وقت سے ہی تلاش و جستجو کو اپنایا۔ زمین و زمان' حیات و ممات اور کہکشاں و کائنات پر اور ان کے خالق کے بارے میں غور و فکر بھی کیا۔ یہ ایک کھوج میں لگے ہوئے ذہین' حساس اور مخلص نوجوان کے اُٹھائے ہوئے سوالات ہیں۔ اس کے بعد اُن پر تشکک' تردّد اور تلخی کا سخت دور بھی آیا لیکن وہ جلد ہی سنبھل گئے۔ کیونکہ اُنہیں تخریب کبھی اچھی نہیں لگی اور وہ ہمیشہ تعمیر ہی کو بے حد پسند کرتے رہے۔ آج جدید الیکٹرونک میڈیا کی ترقی نے علم و آگہی کے متلاشی جذبۂ تعمیر کے حامی' پُراُمید متجسس نوجوانوں کو تجزیہ کرنے اور پھر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے سلسلے میں بہت سہولتیں دی ہیں۔ وہ معلومات کے مختلف سرچشموں سے بآسانی فیض یاب ہو کر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ حتمی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کے علم میں وسعت آتی ہے' ایمان پختہ ہوتا ہے' اُلجھنیں ختم ہوتی ہیں اور اطمینان حاصل ہوتا ہے جبکہ گزشتہ صدی میں مدتوں مشرق کے بیشتر بزرگ اپنی نوجوان نسلوں کے پوچھے گئے سوالات کو رد کر دینے یا پھر اُنہیں پابند کر دینے میں لگے رہے۔ ایسے کڑے جکڑے ہوئے ماحول میں جری اور حوصلہ مند ندیمؔ نے اپنی شاعری میں بیان کیے گئے سوالات کے ذریعے علم و جستجو اور شعور و آگاہی کے سلسلے کو کبھی ٹوٹنے نہ دیا۔ ندیمؔ کہتے ہیں:

دُور سہی دیارِ نُور، چُور سہی مرا شعور
تُو مرا حوصلہ تو دیکھ، میں بھی ہوں مبتلا ترا

پھر عہد بہ عہد مطالعے، مشاہدے اور تجربات کی وسعت حاصل ہونے کے بعد اُن کے سوالات زیادہ میچور ہوتے گئے۔ ندیمؔ نے خدائے واحد کو اپنا محسن، ہمدرد رہنما اور بزرگ دوست کہا ہے۔ وہ اُس کے قادرِ مطلق ہونے کا یقین رکھتے ہوئے، بہت کھل کر لیکن نہایت ادب اور احترام کے ساتھ سوال کرتے ہیں جبکہ انہیں اعتبار ہے کہ ان کا ربّ انہیں دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے۔ انہیں یہ اعتماد بھی حاصل ہے کہ اُن کا یہ علیم و خبیر، قدیر و رحیم اور مختارِ کل دوست، اپنے روشن تسلی بخش جوابات سے اُن کے قلب و روح کو ضرور منور رکھے گا۔

روز اِک نیا سورج ہے تیری عطاؤں میں
اعتماد بڑھتا ہے صبح کی فضاؤں میں

ندیمؔ اللہ کے رسولؐ، انسانِ کامل رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے بے انتہا متاثر ہیں۔ انہوں نے حضور پاکؐ کے درسِ اخوت و محبت کو اور تلقینِ خیر و خوبی کو بھی ہمیشہ دھیان میں رکھا۔ اسی لیے تو بقول ندیمؔ:

جب جاگتا ہے خیر کا جذبہ مرے دِل میں
لگتا ہے کہ جھونکا ہے مدینے کی ہوا کا

پاکیزہ، اعلیٰ اور حقیقی سچے فن کے بارے میں ندیمؔ کی رائے یہ ہے کہ: ''انسانی ذہن سے درندگی کو خارج کرنا (یا اُسے کم کرنا) انسانی شائستگی کو ابھارنا اور فن کو نسخۂ شفا بنانا ہی ارتقاء ہے..... لیکن فن کی یہ طہارت اور پاکیزگی کسی ایک صنف میں محدود نہیں۔'' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''میں اپنے فکری جوش و خروش میں بھی فنی تمطالبات کو مجروح کرنے کا قائل نہیں ہوں کیونکہ شاعری تو دربارِ جمالیات کی صدرِ اعظم ہے۔'' (اس کا ثبوت ندیمؔ کی بہت خوبصورت، فکر انگیز اور بے حد متاثر کن نعتیں بھی ہیں)۔

پھر ندیمؔ نے یہ بھی پڑھ رکھا تھا کہ صحابۂ کرامؓ کی پوچھی گئی باتوں کے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شکر ادا فرماتے کہ اللہ نے انہیں ایسی اُمت عطا کی جو دِین کو تدبر کے ساتھ قبول کر رہی ہے۔ ندیمؔ نے بھی اپنے دِین کی سچائیوں کو سمجھ کر ان کی تہ دل سے قدر کی اور اپنے شعر و ادب میں اس کا اظہار بھی کیا۔ امجد رؤف خان کو انٹرویو دیتے ہوئے ندیمؔ نے کہا: ''الحمدللہ میں ایک مسلمان ہوں۔ میں نے پیروں کے خاندان میں آنکھ کھولی۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔ حضرت رسول اکرمؐ کو خاتم النبیین مانتا ہوں..... مذہب کو ایک قوت، محبت کی روشنی سمجھتا ہوں۔''

''جمال'' ندیمؔ کی نعتوں کا پہلا مجموعہ تھا۔ اس کے اولیں دو ایڈیشن ''مطبوعات'' لاہور نے شائع کیے جبکہ اس کا اب تک کا آخری ایڈیشن ''بیاض'' لاہور نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ احمد ندیمؔ قاسمی کے اپنے ربّ کے پاس جانے کے بعد اُن کی تخلیقات کے تحفظ کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے ہم نے سوچا کہ اس مجموعے کی نئی صورت تشکیل دے کر اُس میں ندیمؔ کی نئی نعتوں کے اضافے کے ساتھ موضوعِ خاص سے متعلقہ دیگر کلام بھی یکجا کر لیا جائے۔ ساتھ ہی اس موضوع سے وابستہ کچھ نظمیں اور چند غزلیہ اشعار بھی تبرکاً شامل کر لیے جائیں۔ تاکہ اس مخصوص موضوع سے متعلق ندیمؔ نے مختلف پہلو جس احترام، خلوص، ذہانت، نیک نیتی اور غور و فکر کے ساتھ اپنائے ہیں، اُن پر بھی ایک بھرپور نظر ڈالی جا سکے۔ چونکہ اب اس مجموعے میں نعتوں کے ساتھ دیگر اصناف بھی شامل کی گئی ہیں اس لیے اب اس مجموعے کا نام ''انوارِ جمال'' ہے۔ اس میں نئی نعتیں، حمدیہ نظمیں، دعائیہ نظمیں، سلام اور اس موضوع سے متعلق کچھ فکر انگیز نظمیں، چند قابلِ غور رباعیات و قطعات اور کچھ قابلِ قدر منتخب غزلیہ اشعار بھی شامل کر لیے گئے ہیں۔

اس کی تشکیل و اشاعت کے سلسلے میں ہم دونوں، جناب نعمان ندیم قاسمی صاحب، خالد احمد صاحب، عمران منظور صاحب، نجیب احمد صاحب، محمد حیات قاسمی صاحب اور

''سنگِ میل پبلی کیشنز'' کے محترم نیاز احمد صاحب اور افضال احمد صاحب کے تعاون کا شکریہ ادا کرتی ہیں۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری اور اسوۂ رسول پاکؐ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا بخشے اور احمد ندیم قاسمی کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر ناہید قاسمی
نفیسہ حیات قاسمی
(۳۱/ غالب کالونی، ندیم شہید روڈ
سمن آباد۔ لاہور)

اپریل ۲۰۰۷ء

☆

حمدیہ

تُو جمال بھی، تُو جمیل بھی، تُو خبیر ہے، تُو علیم ہے
یہ حروف تیری امانتیں، یہ ندیم تیرا ندیم ہے

حمدیہ

مجھے رنگ دے

مجھے اپنے رنگ میں رنگ دے
تُو جو مہر و ماہ کی کائنات کا حسن کارِ عظیم ہے
تُو جدید سے بھی جدید ہے، تُو قدیم سے بھی قدیم ہے
مجھے رنگ دے
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دے

تُو حبیب بھی، تُو حفیظ بھی، تُو رحیم بھی، تُو کریم ہے
تُو بصیر بھی، تُو نصیر بھی، تُو کبیر ہے، تُو حلیم ہے
مجھے رنگ دے
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دے

تُو مرے خیال کے گلشنوں میں بسا مثالِ شمیم ہے
تُو مرے یقین کی وسعتوں میں خرامِ موجِ نسیم ہے
مجھے رنگ دے
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دے

تُو جمال بھی، تُو جمیل بھی، تُو خبیر ہے، تُو علیم ہے
یہ حروف تیری امانتیں، یہ ندیم تیرا ندیم ہے
مجھے رنگ دے
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دے

(۱۹۹۵ء)

☆

حمد

میں تیرا فن ہوں — یہی فن ترا غرور ہُوا
تری انا کا مری ذات سے ظہور ہُوا

ترے وجود کو وحدت ملی تو مجھ سے ملی
تو صرف ایک ہُوا جب میں تجھ سے دُور ہُوا

بس ایک حادثۂ کُن سے یہ جدائی ہوئی
میں ریگِ دشت ہُوا تو فرازِ طُور ہُوا

ترے جمال کا جوہر مرا رقیب نہ ہو
میں تیری سمت جب آیا تو چُور چُور ہُوا

عجیب طرح کی اِک ضد مرے خمیر میں ہے
کہ جب بھی تیرگی اُمڈی میں نُور نُور ہُوا

یہ اور بات — رہا انتظار صدیوں تک
مگر جو سوچ لیا میں نے ' وہ ضرور ہُوا
(جون ۱۹۷۴ء)

☆

دُعائیہ

بڑا سُرور ملا ہے مجھے دُعا کر کے
کہ مسکرایا خدا بھی ستارا وا کر کے

دُعا

اے خُدا!
میری دُعا ہے کہ میں جب تجھ کو پُکاروں
تو مری رات کے ماتھے پہ ترے نام کا سورج دہکے!

اے خُدا!
میری دُعا ہے کہ کسی صبح جب آنکھیں کھولوں
میری سانسوں میں ترے قُرب کا گلشن مہکے!

اے خُدا!
میری دُعا ہے کہ گجردم کی پُراسرار فضاؤں میں ترا نطق!
کسی شاخِ برہنہ پہ اُترتی ہوئی چڑیا کی طرح

میرے دِل میں
کسی بے نام سے احساسِ مسرت سے مسلسل.... چھلکے!

اے خُدا!
میری دُعا ہے کہ تُو افلاک سے اک بار، بس اک بار اُتر کر
مرے صحراؤں پر
اوس میں بھیگے ہوئے سبزۂ نورستہ کی مانند
مری حدِ نظر تک لہکے!

☆

دُعا

مجھے نہ مژدۂ کیفیتِ دوامی دے
مرے خدا! مجھے اعزازِ ناتمامی دے

میں تیرے چشمۂ رحمت سے شاد کام تو ہوں
کبھی کبھی مجھے احساسِ تشنہ کامی دے

مجھے کسی بھی معزز کا ہم رکاب نہ کر
میں خود کماؤں جسے، بس وہ نیک نامی دے

وہ لوگ جو کئی صدیوں سے ہیں نشیب نشیں
بلند ہوں، تو مجھے بھی بلند بامی دے

تری زمین پہ تیرے چمن رہیں آباد
جو دشتِ دل ہے، اُسے بھی تو لالہ فامی دے

بڑا سُرور سہی تجھ سے ہمکلامی میں
بس ایک بار مگر ذوقِ خود کلامی دے

میں دوستوں کی طرح خاک اُڑا نہیں سکتا
میں گردِ راہ سہی، مجھ کو نرم گامی دے

عدوئے نم ہوں، تو کر آندھیوں کی نذر، مگر
رفیقِ گل ہوں، تو مجھ کو صبا خرامی دے

اگر گروں تو کچھ اس طرح سر بلند گروں
کہ مار کر، مرا دشمن مجھے سلامی دے

(۱۹۷۶ء)

وطن کے لیے ایک دُعا

خدا کرے ــــ کہ مری ارضِ پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل، جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

یہاں جو پھول کھلے، وہ کِھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

یہاں جو سبزہ اُگے، وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز، کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو

گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں سے بھی، روئیدگی محال نہ ہو

خدا کرے —— کہ نہ خم ہو سرِ وقارِ وطن
اور اس کے حُسن کو تشویشِ ماہ و سال نہ ہو

ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اَوجِ کمال
کوئی ملول نہ ہو ، کوئی خستہ حال نہ ہو

خدا کرے — کہ مرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو ، زندگی وبال نہ ہو

خدا کرے — کہ مری ارض پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

(۱۹۸۰ء)

دُعا

یارب ، مرے وطن کو اِک ایسی بہار دے
جو سارے ایشیا کی فضا کو نکھار دے

یارب ، مرے وطن میں اِک ایسی ہوا چلا
جو اُس کے رُخ سے گرد کے دھبے اُتار دے

یارب ، وہ اَبر بخش کہ جو ارضِ پاک کو
حدِنظر تک اُمڈے ہوئے سبزہ زار دے

میداں جو جل چکے ہیں ، بُجھا ان کی تشنگی
شاخیں جو لُٹ چکی ہیں ، انہیں برگ و بار دے

ہر فرد میری قوم کا ، اک ایسا فرد ہو
اپنی خوشی ، وطن کی خوشی پر جو وار دے

یہ خطہ زمین معنون ہے تیرے نام
دے اس کو اپنی رحمتیں اور بے شمار دے

(۱۹۷۲ء)

نعتیہ

لفظِ محمدؐ اصل میں ہے نطق کا جمال
لحنِ خدا نے خود ہی سنوارا ہے اُنؐ کا نام

نعت

دل میں اُترتے حرف سے، مجھ کو ملا پتا ترا
معجزہ حسنِ صوت کا، زمزمۂ صدا ترا

میرا کمالِ فن، ترے حسنِ کلام کا غلام
بات تھی جاں فزا تری، لہجہ تھا دِل رُبا ترا

جاں تری، سربسر جمال! دل ترا، آئینہ مثال!
تجھ کو، ترے عدو نے بھی دیکھا، تو ہوگیا ترا

اے مرے شاہِ شرق و غرب! نانِ جویں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں گدا ترا

سنگ زنوں میں گھر کے بھی، تو نے انہیں دعا ہی دی
دشتِ بلا سے بارہا، گزرا ہے قافلہ ترا

کوئی نہیں تری نظیر، روزِ ازل سے آج تک
تا بہ ابد نہیں مثیل، کوئی ترے سوا، ترا

یوں تو، تری رسائیاں، فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی، پایا ہے نقشِ پا ترا

میرا تو کائنات میں، تیرے سوا کوئی نہیں
ارض تری، سما ترے، بندے ترے، خدا ترا

آتے ہوئے دنوں سے بھی، مجھ کو کوئی خطر نہیں
ماضی و حال میں بھی جب پورا ہوا کہا ترا

دور سہی دیارِ نور، چور سہی مرا شعور
تو مرا حوصلہ تو دیکھ! میں بھی ہوں مبتلا ترا

☆

نعت

دنیا ہے ایک دشت، تو گلزار آپ ہیں
اس تیرگی میں، مطلعِ انوار آپ ہیں

یہ بھی ہے سچ، کہ آپ کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی ہے حق، کہ صاحبِ کردار آپ ہیں

ہو لاکھ آفتابِ قیامت کی دھوپ تیز
میرے لیے تو سایۂ دیوار آپ ہیں

یہ فخر کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گردِ رہ
اُس قافلے کے قافلہ سالار آپ ہیں

دربارِ شہ میں بھی میں اگر سرکشیدہ ہوں
اس کا ہے یہ سبب ، مرا پندار آپ ہیں

مجھ کو کسی سے حاجتِ چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز کہ غم خوار آپ ہیں

مجھ پر ، بہ جرمِ غربت و دامن دریدگی
سب لوگ خندہ زن ہیں تو گلبار آپ ہیں

ہے میرے لفظ لفظ میں گر حسن و دلکشی
اس کا یہ راز ہے ، مرا معیار آپ ہیں

انسان مال و زر کے جنوں میں ہیں مبتلا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپ ہیں

☆

نعت

یوں تو ہر دور مہکتی ہوئی نیندیں لایا
تیرا پیغام مگر خواب نہ بننے پایا

تو جب آیا تو مٹی روح و بدن کی تفریق
تو نے انساں کے خیالوں میں لہو دوڑایا

جن کو دھندلا گئے صدیوں کی غریبی کے غبار
اُن خد و خال کو سونے کی طرح چمکایا

سمٹ آیا ترے اک حرفِ صداقت میں وہ راز
فلسفوں نے جسے تا حدِ گماں اُلجھایا

راحتِ جاں! ترے خورشیدِ محبت کا طلوع
دھوپ کے روپ میں ہے ابرِ کرم کا سایا

قصرِ مرمر سے ، شہنشاہ نے ، از راہِ غرور
تیری کُٹیا کو جو دیکھا تو بہت شرمایا

کتنا احسان ہے انسان پہ تیرا ، کہ اُسے
اپنی گُفتار کو ، کردار بنانا آیا

☆

نعت

شانِ خدا بھی آپ ، محبوبِ خدا بھی آپ ہیں
تجسیمِ حق بھی آپ ہیں اور حق نُما بھی آپ ہیں

روزِ ابد تک آپ ہیں سالارِ جیشِ انبیاء
روزِ ازل سے مرشدِ اہلِ صفا بھی آپ ہیں

قدرت کی ہر تخلیق کا ، ہیں آپ واحد مُدعا
حُسنِ زمیں بھی آپ ہیں ، نورِ سما بھی آپ ہیں

اپنے رفیقوں کے لیے پتھر بھی ڈھوئے آپ نے
اور دشمنوں کے حق میں مصروفِ دُعا بھی آپ ہیں

اِسلام کے حلقے میں جو اوہام کا بیمار ہو
اس کی دوا بھی آپ ہیں، اس کی شِفا بھی آپ ہیں

ہر دائرہ آواز کا ، لفظِ محمدؐ بن گیا
میرے لیے تو قبلۂ صوت و صدا بھی آپ ہیں

میں فلسفوں کی دھوپ میں جلتا رہا ہوں عمر بھر
اِن علم کے صحراؤں میں موجِ صبا بھی آپ ہیں

ظلماتِ این و آں میں ہوں، میں کب سے سرگرمِ سفر
اور اس سفر میں، میری منزل کا پتہ بھی آپ ہیں

اس محفلِ عُشاق کا ہر فرد ثروت مند ہے
ہر شخص کے اپنے ہیں، اور پھر بے بہا بھی آپ ہیں

میرا، ندیم، ایماں ہے یہ، ایماں کی اک میزاں ہے یہ
بے اِنتہا بھی آپ ، لیکن ، اِنتہا بھی آپ ہیں

☆

نعت

میری پہچان ہے سیرت اُن کی
میرا ایمان! محبت اُن کی

دیکھ کر غارِ حرا سوچتا ہوں
کتنی بھرپور تھی خلوت اُن کی

پتھروں میں بھی لہو دوڑ گیا
اس قدر عام تھی رحمت اُن کی

آج ہم فلسفہ کہتے ہیں جسے
وہ مساوات تھی عادت اُن کی

فتحِ مکّہ ، مرے دعوے کی دلیل
عدل کی جان ، عدالت اُن کی

حرفِ اُمّت علیم ہے گواہ
حسنِ تکمیل ہے بعثت اُن کی

ارتقا اِس سے اجازت مانگے
اُن کی ہو جائے جو اُمّت اُن کی

میں کہ راضی بہ رضائے ربّ ہوں
کوئی حسرت ہے تو حسرت اُن کی

میں کہ ہر حال میں ہوں شکر بہ لب
کوئی حاجت ہے تو حاجت اُن کی

وقت اور فاصلہ برحق ، لیکن
میرا فن کرتا ہے بیعت اُن کی

میرا معیارِ غزل خوانی ہے
حرف سادہ میں بلاغت اُن کی

نعت میری ہے ، اِشارہ اُن کا
پھول میرے ہیں تو نکہت اُن کی

کبریائی پہ کروں غور ، ندیم
اور تکتا رہوں صورت اُن کی

نعت

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے ' یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ' ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سُوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اُٹھتا ہے مری رُوح میں ' مِینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جُھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دستگیری میری تنہائی کی ' تُو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا ' اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں ' جہاں بھر پہ ہے سایا تیرا

تُو بشر بھی ہے مگر فخرِ بشر بھی تُو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اِتنا سراپا تیرا

میں تجھے عالمِ اَشیا میں بھی پا لیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیرا

میری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں ' تجھے ہر سُو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارہ تیرا

وہ اندھیروں سے بھی دَرّانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے میں چمکتا ہے ستارا تیرا

ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

اب بھی ظلمات فروشوں کو گِلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا، ہزاروں کا سہی
اَب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اَقصیٰ تیرا

نعت

خُلد مری، صرف اُس کی تمنا، صلی اللہ علیہ وسلم
وہ مرا سِدرَہ، وہ مرا طوبیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم

غارِ حِرا میں وہ تنہا تھا، تنہائی میں بھی یکتا تھا
چار طرف ذکرِ اِقرا تھا، صلی اللہ علیہ وسلم

قبل اُس کے مسجود تھے کتنے، فرعون و نمرود تھے کتنے
کتنے بُتوں کو اُس نے توڑا، صلی اللہ علیہ وسلم

اُس کا جلال ہے بحر و بر میں، اُس کا جمال ہے کوہ و قمر میں
اُس کی گرفت میں عالمِ اَشیا، صلی اللہ علیہ وسلم

وہ جو بظاہر خاک نشیں تھا، لیکن جو اَفلاک نشیں تھا
میں ہوں ندیمؔ غلام اُسی کا، صلی اللہ علیہ وسلم

☆

نعت

اِس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے
اُس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے

جب اُترتی ہے مری رُوح میں عظمت اُس کی
مجھ کو مسجود ملائک کا بنا دیتا ہے

رَہنمائی کے یہ تیور ہیں کہ مجھ میں بَس کر
وہ مجھے میرے ہی جوہر کا پتا دیتا ہے

اُس کے ارشاد سے مجھ پر مرے اَسرار کھلے
کہ وہ ہر لفظ میں آئینہ دِکھا دیتا ہے

ظلمتِ دہر میں جب بھی میں پکاروں اُس کو
وہ مرے قلب کی قندیل جلا دیتا ہے

اُس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہوگی
دوست کی طرح جو دشمن کو دُعا دیتا ہے

وہی نمٹے گا مری فکر کے سنّاٹوں سے
بُت کدوں کو جو اذانوں سے بسا دیتا ہے

وہی سرسبز کرے گا مرے ویرانوں کو
آندھیوں کو بھی جو کردارِ صبا دیتا ہے

قدم اُٹھتے ہیں مرے، جانبِ یثرب جب بھی
اِک فرشتہ مجھے شہپر کی ہوا دیتا ہے

فن کی تخلیق کے لمحوں میں، تصوّر اُس کا
روشنی میرے خیالوں میں ملا دیتا ہے

قصر و اَیواں سے گزر جاتا ہے چپ چاپ ندیم
درِ محمدؐ کا جب آئے تو صدا دیتا ہے

☆

نعت

دل کے حرا میں، اپنے خدا سے تیرے سوا، کچھ بھی تو نہ مانگا
تُو مرا اَوّل، تُو مرا آخر، تُو مرا ملجا، تُو مرا ماویٰ

بعدِ خدا اِک تُو ہی سہارا، گِھر گیا میں تنہا بے چارا
چارطرف تاریخ کا جنگل، تاک میں اَپنے گھات میں اعدا

کتنے صحیفے میں نے کھنگالے، نصف اَندھیرے، نصف اُجالے
تو ہی حقیقت، تو ہی صداقت، باقی سب کچھ صرف ہیولیٰ

یوں تو ہزار سیانے آئے، رُوح کا دشت بسانے آئے
تیری گھٹا صحراؤں پہ اُمڈی، اَبر اُن کا دریاؤں پہ برسا

بت خانے حیران کھڑے ہیں، بت تیرے قدموں میں پڑے ہیں
تیرے جمال کی زد میں آ کر، کیسا کیسا پتھر ٹوٹا

تونے دِیا مفہوم نمو کو، تو نے حیات کو معنی بخشے
تیرا وجود اثبات خدا کا، تو جو نہ ہوتا، کچھ بھی نہ ہوتا

☆

نعت

راہ گم کردہ مسافر کا نگہباں تُو ہے
اُفقِ یاس پہ مثالِ مہِ تاباں تُو ہے

تُو جو میرا ہے تو میں بے سروساماں ہی بھلا
لِلّٰہ الحمد ، کہ میرا سروساماں تُو ہے

مجھ کو کیا علم کہ کس طرح بدلتی ہیں رُتیں
جب مرے دشتِ خزاں پر بھی گُل افشاں تُو ہے

اُس خدا سے مجھے کیسے ہو مجالِ انکار
جس کے شہ پارۂ تخلیق کا عنواں تُو ہے

اَپنے ہر عزم کی تکمیل پہ ایماں ہے مرا
پسِ ہر عزم اگر سلسلہ جنباں تُو ہے

تیرے دم سے ہمیں عرفانِ خداوند ملا
نوعِ انساں پہ خداوند کا اِحساں تُو ہے

یہ بتانے کو ، کہ با وزن ہے انسان کی ذات
دستِ یزداں نے جو بخشی ہے ، وہ میزاں تُو ہے

خاک میں آج بھی ہے گونج ، ترے قدموں کی
اَور اَفلاک کی وسعت میں خراماں تُو ہے

تُو نے فاقہ بھی کیا ، اَپنا گریباں بھی سیا
اور پھر ذاتِ الٰہی کا بھی مہماں تُو ہے

تیرا کردار ہے اَحکامِ خدا کی تائید
چلتا پھرتا ، نظر آتا ہوا قرآں تُو ہے

رنگ کی قید ' نہ قدغن کوئی نسلوں کی یہاں
جس کے دَر سب پہ کھلے ہیں وہ دَبستاں تُو ہے

میرے نقاد کو شاید ابھی معلوم نہیں
میرا ایماں ہے مکمل ' مرا ایماں تُو ہے

نعت

رُوح و بدن میں' قول و عمل میں' کتنے جمیل ہیں آپ
اِنساں ہے مسجودِ ملائک ' اِس کی دلیل ہیں آپ

آپ کی اِک اِک بات کلامِ الٰہی کی تفسیر
قرآں تو اجمالِ بلیغ ہے ' اور تفصیل ہیں آپ

آپ نویدِ عیسیٰؑ بھی ہیں ' مژدۂ موسیٰؑ بھی
آپ اِیثار و وفا کے وارِث ' سبطِ خلیلؑ ہیں آپ

آپ کے ذِکر سے کُھلتے جائیں ' راز جہانوں کے
قدم قدم پہ وجود و عدم میں سب کے کفیل ہیں آپ

مکّہ و طائف کی گلیوں میں سنگِ ستم کے ہدف
بدر و حنین کے میدانوں میں بطلِ جلیل ہیں آپ

روزِ ازل ' انساں کو خدا نے اِک منشور دِیا
اُور اِسی منشورِ ہدایت کی تکمیل ہیں آپ

کتنے یقین سے بڑھتا جائے آپ کی سمت ندیم
اُس کو کیا اندیشۂ شب ' جس کی قندیل ہیں آپ

☆

نعت

قطرہ مانگے جو کوئی ' تو اُسے دریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے ' اپنی تمنا دے دے

میں تو تجھ سے فقط اِک نقشِ کفِ پا چاہوں
تو جو چاہے تو مجھے جنتِ ماویٰ دے دے

وہ جو آسودگی چاہیں ' انہیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے

میں اِس اعزاز کے لائق تو نہیں ہوں ' لیکن
مجھ کو ہمسائیگیٔ گنبدِ خضرا دے دے

یوں تو جب چاہوں ' میں تیرا رُخِ زیبا دیکھوں
عرض یہ ہے کہ مجھے اِذنِ تماشا دے دے

وہ بھی دیکھیں پسِ ہر حرف تیری جلوہ گری
سب کو تُو میری طرح دیدۂ بینا دے دے

غم تو اِس دَور کی تقدیر میں لکھے ہیں ' مگر
مجھ کو ہر غم سے نمٹ لینے کا یارا دے دے

تب سمیٹوں میں ترے ابرِ کرم کے موتی
میرے دامن کو جو تو وسعتِ صحرا دے دے

تیری رحمت کا یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے
قدم اُٹھیں تو زمانہ مجھے رَستا دے دے

جب بھی تھک جائے محبت کی مسافت میں ندیمؔ
تب ترا حسن بڑھے اور سنبھالا دے دے

☆

نعت

علاجِ گردشِ لیل و نہار تُو نے کیا
غبارِ راہ کو چُھو کر بہار تُو نے کیا

ہر آدمی کو تشخص ملا ترے دَم سے
جو بے شمار تھے ' ان کو شمار تُو نے کیا

اٹھا کے قعرِ مذلت سے ابنِ آدم کو
وقار تُو نے دیا ' باوقار تُو نے کیا

کوئی نہ جن کی سنے ' اُن کی بات تُو نے سنی
ملا نہ پیار جنہیں ' اُن سے پیار تُو نے کیا

اگر غریب کو بخشے حقوقِ لامحدود
تو قصرِ شاہ کو بھی بے حصار تُو نے کیا

جنہیں گماں تھے بہت، اپنی سرفرازی کے
بہ یک نگاہ اُنہیں، خاکسار تُو نے کیا

دل و دماغ کے سب چاند ہو چکے تھے غروب
یہ وہ اُفق ہے، جسے تاب دار تُو نے کیا

جمالِ قول و عمل ہو کہ حسنِ صدق و صفا
خدا نے جو بھی دیا، پائیدار تُو نے کیا

جب اُن کے نطق کو پہنچی، ترے یقین کی آنچ
جو بے زباں تھے، اُنہیں شعلہ بار تُو نے کیا

یہ لطفِ غالب و اقبال تک نہیں محدود
ندیم کو بھی صداقت نگار تُو نے کیا

☆

نعت

میں نے مانا کہ وہ میرا ہے تو سب کا بھی وہی
مجھ کو یہ ناز، وہ سب کا ہے تو میرا بھی وہی

سر اُٹھاتا ہوں تو افلاک کو مَس کرتا ہے
کہ جو محبوبِ خدا ہے، مرا اپنا بھی وہی

مِثل اُس کا، کوئی آیا ہے، نہ اب آئے گا
میرا ماضی بھی وہی ہے، مرا فردا بھی وہی

وہ مری عقل میں ہے، وہ میرے وِجدان میں ہے
میری دنیا بھی وہی ہے، مری عُقبیٰ بھی وہی

اُس کے اَحکام بھی کلیوں سی چٹک رکھتے ہیں
میرا آقا بھی وہی ہے، مرا پیارا بھی وہی

وہ جو برسا، مری تشکیک کے صحراؤں پر
میرے وہموں کی شبِ تار میں چمکا بھی وہی

کتنی صدیوں سے ہے وہ گنبدِ خضرا میں مکیں
اور ہر دور میں، ہر سمت، ہویدا بھی وہی

وہ بَشر ہے، کہ یہی اُس کا ہے ارشاد، مگر
اِس جہانِ بَشریّت میں ہے یکتا بھی وہی

گرچہ پرکارِ مَشیّت کا وہی دائرہ ہے
لیکن اِس دائرے کا مرکزی نقطہ بھی وہی

جس کے انصاف نے پتھر کو بھی بخشی ہے زباں
بے نواؤں کی نواؤں کو سنے گا بھی وہی

☆

نعت

عالم کی ابتداء بھی ہے تُو، انتہا بھی تُو
سب کچھ ہے تُو، مگر ہے کچھ اِس کے سوا بھی تُو

تُو اک بشر بھی اور خدا کا حبیب بھی
نورِ خدا بھی تو ہے، خدا کا پتا بھی تُو

کندہ درِ ازل پہ ترا اسمِ پاک تھا
قصرِ ابد میں گونجنے والی صدا بھی تُو

فردا و حال و ماضیٔ انساں یہی تو ہے
تُو ہی تُو ہوگا، تُو ہی تو ہے اور تھا بھی تُو

تُو صرف ایک ذات ہے یا پوری کائنات
دل میں بھی تُو ہی تُو ہے، مگر جابجا بھی تُو

یوں تو مرے ضمیر کا مسند نشیں بھی ہے
لیکن ہے شش جہات میں جلوہ نما بھی تُو

تُو میرا آسماں بھی، مری کہکشاں بھی ہے
میری قبا بھی تُو، مرا چاکِ قبا بھی تُو

تُو میرِ کارواں بھی ہے، سمتِ سفر بھی ہے
میرا امام بھی، مرا قبلہ نما بھی تُو

صرف ایک ترا نام ہے وردِ زباں مدام
میری دعا بھی تُو ہے، مرا مدعا بھی تُو

جو مَیل دِل پہ تھے، تری رحمت سے دُھل گئے
بیمارِ گمرہی کو نویدِ شفا بھی تُو

بدلے ہیں میرے صبح و مسا تُو نے جس طرح
بدلے گا ایک دن مرے اَرض و سما بھی تُو

بے اَجر تیرے در سے نہ پلٹے گی میری نعت
ایک اور نعت کا مجھے دے گا صلہ بھی تُو

☆

نعت

مجھ کو تو اپنی جاں سے بھی پیارا ہے اُن کا نام
شب ہے اگر حیات ، ستارا ہے اُن کا نام

تنہائی کس طرح مجھے محصور کر سکے
جب میرے دل میں انجمن آرا ہے اُن کا نام

ہر شخص کے دکھوں کا مداوا ہے اُن کی ذات
سب پاشکستگاں کا سہارا ہے اُن کا نام

بے یاروں ، بے کسوں کا اثاثہ ہے اُن کی یاد
بے چارگانِ دہر کا چارا ہے اُن کا نام

لب وا رہیں تو اسمِ محمدؐ ادا نہ ہو
اظہارِ مدعا کا اِشارا ہے اُن کا نام

لفظِ محمدؐ اَصل میں ہے نطق کا جمال
حسن خدا نے خود ہی سنوارا ہے اُن کا نام

قرآنِ پاک اُن پہ اُتارا گیا ندیم
اور میں نے اپنے دل میں اُتارا ہے اُن کا نام

☆

نعت

ہر ایک پھول نے مجھ کو جھلک دکھائی تری
ہوا جدھر سے بھی آئی ، شمیم لائی تری

وہ شخص اپنے مقدر کا خود ہے صورت گر
کہ جس نے اپنے ارادوں میں لَو لگائی تری

کبھی ہُوا نہ مرا سامنا اندھیروں سے
جدھر بھی دیکھا ، اُدھر روشنی ہی پائی تری

مرے نقوشِ قدم پر چراغ کیوں نہ جلیں
کہ رہنما ہے مری ، شانِ رہنمائی تری

درونِ سینہ ، مدینہ اُٹھائے پھرتا ہوں
کہ ایک پل بھی گوارا نہیں جدائی تری

مجھے تو اپنے کرم کی یہیں بشارت دے
کہ روزِ حشر نہ دیتا پھروں دُہائی تری

گواہی دیتا ہے یہ ، ارتقائے انسانی
کہ کام آئی جہاں بھر کو پیشوائی تری

مجھے قسم ہے تری سیرتِ مُنزّہ کی
کہ تاج و تخت پہ اِک طنز تھی چٹائی تری

یہ سوچ سوچ کے حیران ہیں فرشتے بھی
کہاں کہاں شبِ اَسریٰ ہوئی رَسائی تری

ندیمؔ کے سے کروڑوں کا ذکر کیا ہے ، کہ جب
بڑے بڑوں کو بھی تسلیم ہے بڑائی تری

urdukutabkhanapk.blogspot.com

نعت

مری حیات کا گر تجھ سے انتساب نہیں
تو پھر حیات سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

اُمڈ رہی ہیں اگر آندھیاں، تو کیا غم ہے
کہ میرا خیمۂ ایمان بے طناب نہیں

ترا گدا ہوں، اور اِس اُنجمن میں بیٹھا ہوں
جس اُنجمن میں سلاطیں بھی باریاب نہیں

ترے کمالِ مساوات کی قسم ہے مجھے
کہ تیرے دیں سے بڑا کوئی انقلاب نہیں

صدی صدی کی تواریخِ آدمیّت میں
تری مثال نہیں ہے، ترا جواب نہیں

ندیمؔ پر ترے احساں ہیں اِس قدر، جن کا
کوئی شمار نہیں ہے، کوئی حساب نہیں

نعت

میں ! کہ بے وقعت و بے مایہ ہوں
تیری محفل میں چلا آیا ہوں

آج ہوں میں ترا دہلیز نشیں
آج میں عرش کا ہم پایہ ہوں

کائناتوں پہ مَیں تیرے دم سے
آسمانوں کی طرح چھایا ہوں

چند پَل یوں تری قربت میں کٹے
جیسے اِک عمر گزار آیا ہوں

جب بھی میں اَرضِ مدینہ پہ چلا
دل ہی دل میں بہت اِترایا ہوں

تیرا پیکر ہے کہ اِک ہالۂ نور
جالیوں سے تجھے دیکھ آیا ہوں

کتنی پیاری ہے ترے شہر کی دُھوپ
خود کو اکسیر بنا لایا ہوں

یہ کہیں خامیٔ ایماں ہی نہ ہو
میں مدینے سے پلٹ آیا ہوں

(۱۹۸۸ء)

نعت

کتنا سادہ بھی ہے، سچا بھی ہے معیار اُن کا
اُن کی گفتار کا آئینہ ہے کردار اُن کا

اُن کو مانگا جو خدا سے، تو سبھی کچھ مانگا
کیوں طلب گار ہو اوروں کا طلب گار اُن کا

اُن کے پیکر میں محبت کو ملی ہے تجسیم
پیار کرتا ہے ہر اِنساں سے، پرستار اُن کا

وہی، ظلمات کی رگ رگ میں اُترتا ہوا نور
میں تو کر لیتا ہوں ہر صبح کو دیدار اُن کا

اے خدا! اَجر کے اعلان سے پہلے سن لے
مجھ کو جنت سے سوا سایۂ دیوار اُن کا

پسِ ہر حرف وُہی جلوہ فگن رہتے ہیں
میری مانند مرا فن بھی وفادار اُن کا

بحضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اِمتیازات مِٹانے کے لیے آپؐ آئے
ظلم کی آگ بجھانے کے لیے آپؐ آئے

آدمیّت سے تھا محروم گلستانِ حیات
اور یہ پھول کِھلانے کے لیے آپؐ آئے

قیصریّت تھی اُدھر اور اِدھر اَصنام گری
اِن فصیلوں کو گرانے کے لیے آپؐ آئے

آج تعلیمِ مساوات ہے وہ جرمِ عظیم
جس کی پاداش میں کٹتی ہیں زبانیں کتنی

آج سوچوں پہ بھی قانون کی زد پڑتی ہے
خوفِ تعزیر سے رُکتی ہیں اُڑانیں کتنی

ایک لُقمے کے لیے آج کروڑوں بھوکے
ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو تنتی ہیں کمانیں کتنی

آپؐ کے سامنے کرتا ہوں یہ اعلان کہ میں
حق پرستی سے جو باز آؤں تو فنکار نہیں

آپؐ کے دامنِ رحمت کا سہارا ہے مجھے
میں حکومت کی عنایت کا طلبگار نہیں

میرے جمہور کی دولت ہیں یہ دشت و کہسار
میرے جمہور کا گھر سایۂ دیوار نہیں

آپؐ آئے تھے کہ آتش کدۂ عالم میں
اَمن ہو، حُسن ہو، تہذیب ہو، رعنائی ہو

آپؐ آئے تھے کہ انسان کا دل یوں لَو دے
جس طرح چاندنی چشمے میں اُتر آئی ہو

اجنبیت ہو کچھ اس رنگ سے بالیدہ و نرم
کہ ہر انسان، ہر انسان کا شیدائی ہو

آج انسان کی پہچان ہوئی ہے دُشوار
آج تقدیس کا معیار زر اَندوزی ہے

آج تہذیب کے پردے میں ہے انسان کُشی
اَمن کے نام پہ تدبیرِ جہاں سوزی ہے

جنگ ہوتی ہے تو یاروں کے چمن کھلتے ہیں
خوں کے چھینٹوں پہ گمانِ چمن اَفروزی ہے

قافلے نکلے ہیں، قصدِ چمن آرائی ہے
یہ وہ انساں ہیں جو دل سوختہ، لب دوختہ ہیں

آپ ہی قدر کریں، آپ ہی انصاف کریں
فقط احساس کی بیداریاں اَندوختہ ہیں

اِن کے ہونٹوں سے برستے ہیں مساوات کے گیت
اور محلوں میں شہنشاہ بَرافروختہ ہیں

☆

مرے حضورؐ

مرے حضورؐ! سلام و دُرود کے ہمراہ
کئی گِلے بھی کروں گا کہ درد مند ہوں مَیں

جدید تر ہے تمہارا نظامِ زیست مگر
قدیم آنچ پہ اِک دانۂ سپند ہوں مَیں

مدارِ اَمن و اماں ہے تفاوتِ زر و خاک
اس اِمتیاز سے ہر چند کچھ بلند ہوں مَیں

مرے حضورؐ! میں سچ بولتا رہوں، لیکن
مری زبان پہ رکھتے ہیں لوگ اَنگارے

میں ظلمتوں میں تجلّی کی جب دہائی دوں
تو میرے سر پہ برستے ہیں آہنی تارے

تمہارے نام کا تنہا جنہیں سہارا تھا
تمہارے نام پہ لُٹنے لگے ہیں بے چارے

مرے حضورؐ! اِسی نور کے سہارے پر
میں تیرگی میں اُلجھ کر بھی مسکراتا ہوں

شہنشہوں کے قصیدے لکھوں تو کیسے لکھوں
رَواں لبوں پہ تمہارا ہی نام پاتا ہوں

مجھے خبر ہے، تمہاری نگاہ ہے مجھ پر
اسی لیے تو مَیں شعلوں میں تَیر جاتا ہوں

☆

نعت

پابند ہوں میں شافعِ محشر کی رضا کا
مجھ کو تو کوئی خوف نہیں روزِ جزا کا

راضی برضا ہوں کہ محمدؐ کا گدا ہوں
ڈر مجھ کو فنا کا ہے، نہ لالچ ہے بقا کا

قرآں کا نزول اور محمدؐ کی رسالت
دراصل ہے انسان پہ احسان خدا کا

جب جاگتا ہے خیر کا جذبہ مرے دل میں
لگتا ہے کہ جھونکا ہے مدینے کی ہوا کا

یہ حسنِ توجہ ہے کہ وہ ذاتِ گرامی
رکھ لیتی ہے ہر بار بھرم میری دُعا کا

نام اُس کا جو لیتا ہوں تو ہو جاتا ہے ریشم
کانٹوں سے بھرا راستہ مجھ آبلہ پا کا

ایمان فروشوں نے سجائے کئی دربار
بگڑا نہیں کچھ بھی مرے پیمانِ وفا کا

کھاتا ہوں ندیمؔ آج قسم اپنے قلم کی
ہر نعت میری، معجزہ ہے اُس کی عطا کا

نعت

ہے اُن کے حُسنِ مساوات کی نظیر کہاں
کوئی حقیر کہاں ، اور کوئی کبیر کہاں

درِ رسولؐ پہ بیٹھا ہوا فقیر ہوں میں
بھلا جہاں میں کوئی مجھ سا بھی امیر کہاں

ہے دِل پہ نقش شبیہِ محمدِؐ عربی
شہوں کے پاس بھی یہ دولتِ خطیر کہاں

بجا کہ عرش کے اُس پار تک حضور گئے
یہ انتہا ہے ، مگر اِس کی بھی اَخیر کہاں

مورخین کتابیں کھنگالتے ہی رہے
ملے انہیں ترے کردار کی نظیر کہاں

نعت

یہ حکایت ہے کوئی ، اور نہ کوئی افسانہ
سنگ پاروں پہ ترا اَبرِ دُعا برسانا

تجھ کو تقدیر بدلنے کی بھی آسانی تھی
وہی کچھ ہو کے رہا ، تُو نے جو دل میں ٹھانا

تُو نے اس قوم کو بھی حکمت و حشمت بخشی
جس کا دِل سود تھا ، اور ذہن فقط ویرانہ

تیری تعلیم نے اس کو بھی سکھا دی تہذیب
با اَدب ہے تری محفل میں ، ترا دیوانہ

معجزہ اس سے بڑا اور بھلا کیا ہوگا
ظلمتِ کفر میں تابانیٔ قرآں لانا

نوعِ اِنساں کی تاریخ کا روشن آغاز
ارضِ مکہ سے ترا سوئے مدینہ جانا

نکہت و رنگ مجھے تیرے ہی صحرا سے ملے
جن کی خاطر چمنستانِ جہاں کو چھانا

تیرے معیارِ سخاوت کی نہیں کوئی نظیر
بوند اِک مانگنا اور سات سمندر پانا

تیری اُمت کو ملی عظمتِ دائم کی نوید
یوں تو قوموں کا لگا رہتا ہے آنا جانا

تیری شانِ بشریت پہ ہے قربان ندیمؔ
اُس نے تیرے ہی توسّط سے خدا پہچانا

نعت

کافر کو بھی شعورِ وجودِ خدا دیا
اُس نے تو دشت کو بھی گلستاں بنا دیا

صدیوں جنہیں نہ کچھ نظر آیا بجز غبار
اُن کو بھی آفتابِ حقیقت دکھا دیا

نفرت کے بُت کدے سے نکالے صنم تمام
اور طاق پر چراغِ محبت جلا دیا

جو جاہلیتوں کی فضا میں پلے بڑھے
اُن کو بھی زندگی کا سلیقہ سکھا دیا

منعم کو مال و دولتِ دنیا پہ تھا غرور
اُسؐ نے یہ امتیاز سرے سے مٹا دیا

فریاد رَس ہے کتنا مِرا بوریا نشیںؐ
قطرہ طلب کیا ہے تو دریا بہا دیا

معراج ہے علامتِ تسخیرِ کائنات
یوں فرش اُس نے عرشِ عُلا سے مِلا دیا

☆

نعت

کفر نے رات کا ماحول بنا رکھا ہے
میرے سینے میں محمدؐ کا دِیا رکھا ہے

وہ جو مل جائے تو بے شک مجھے جنت نہ ملے
عشق کو اُجر کے لالچ سے بچا رکھا ہے

خواب میں وہ نظر آئے تو پھر آنکھیں نہ کھلیں
میں نے مدت سے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے

کوئی گمراہ ہو، درماندہ ہو یا مفلس ہو
اُس نے سب کے لیے دروازہ کھلا رکھا ہے

اُس کی مِدحت میں فرشتے ہیں ہم آواز مرے
عرش سے اُس نے مرا فرش ملا رکھا ہے

وہ ملا ہے تو طلب مٹ گئی ہر نعمت کی
طاق پر اب تو مرا دستِ دُعا رکھا ہے

قُرب حاصل ہو جو اُس ذاتِ گرامی کا ندیم
یوں سمجھ لو کہ وہیں قُربِ خدا رکھا ہے

☆

نعت

وہی ماحول کی پاکیزہ لطافت دیکھی
میں نے تو شہرِ مدینہ ہی میں جنّت دیکھی

مکہ جب فتح ہوا تھا تو زمانے بھر نے
دشمنوں پر بھی برستی ہوئی رحمت دیکھی

وہ جنہیں کفر نے حیوان بنا رکھا تھا
اُن کو اِنسان بنانے کی کرامت دیکھی

اُن عناصر نے بھی ، جو سنگ زنی کرتے رہے
آپ کی ذات میں تجسیمِ محبت دیکھی

میں نے جب حضرتِ والا کا تصوّر باندھا
آسمانوں سے اُترتی ہوئی آیت دیکھی

سرحدیں توڑ کے اسلام جہاں گیر ہوا
وقت نے آپ کی ہجرت میں یہ حکمت دیکھی

☆

نعت

کبھی جو تجھ کو تصوّر میں نگہباں دیکھا
اس ایک لمحے پہ صدیوں کا سائباں دیکھا

ترے ہی نور سے تھے اِکتساب کے چرچے
زمیں کو دیکھ کے جب سُوئے آسماں دیکھا

اِسی لیے تو ہے محبوبِ کبریا ترا نام
جہاں جہاں تجھے ڈھونڈا، وہاں وہاں دیکھا

ہر اک صدی میں، ہر اک بزم میں، ہر اک دِل میں
ترا پیامِ محبت رواں دواں دیکھا

مری حیات ہے گر تیری یاد کی تجسیم
تو ایسی یاد کا اک پل نہ رائیگاں دیکھا

سدا گواہ ہے تاریخِ نوعِ انساں کی
کہ تجھ سا کوئی نہ ہمدردِ بیکساں دیکھا

نگاہ اُس کی ، حدِ لامکاں بھی چیر گئی
ترے ندیم نے جب تیرا آستاں دیکھا

محمدؐ

کیا فکر ہے — جب تم کو میسر ہیں محمدؐ
اے تشنہ لبو ، ساقیٔ کوثر ہیں محمدؐ

نام ان کا لیا ہے تو مہکنے سا لگا ہوں
قرآن کی خوشبو سے معطر ہیں محمدؐ

جس کو فقط اللہ کی رحمت پہ ہے تکیہ
اُس قافلۂ عشق کے رہبر ہیں محمدؐ

انسان کا باطن ہو کہ افلاک کے اسرار
روشن ہے جو ہر شے میں ، وہ جوہر ہیں محمدؐ

ہیں آپ کے کردار سے سرشار عُدو بھی
الطاف و محبت کا وہ پیکر ہیں محمدؐ

شب کو بھی مدینے کا مسافر نہیں رُکتا
سورج سے کہیں بڑھ کے منور ہیں محمدؐ

گاتا رہوں میں زندگی بھر حُسن کے نغمے
ہر حُسن کا جب مرکز و محور ہیں محمدؐ

(۷دسمبر۲۰۰۰ء)

نعت

ہر ایک پھول نے مجھ کو جھلک دکھائی تری
ہوا جدھر سے بھی آئی ، شمیم لائی تری

کبھی ہُوا نہ مرا سامنا اندھیروں سے
جدھر بھی دیکھا ، اُدھر روشنی ہی پائی تری

درونِ سینہ ، مدینہ اُٹھائے پھرتا ہوں
کہ ایک پل بھی گوارا نہیں جدائی تری

مجھے تو اپنے کرم کی یہیں بشارت دے
کہ روزِ حشر نہ دیتا پھروں دُہائی تری

ندیمؔ کے سے کروڑوں کا ذکر کیا ہے ، کہ جب
بڑے بڑوں کو بھی تسلیم ہے بڑائی تری

(۲۰۰۶ء)

بَلغُ العُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ
صَلُّو عَلَیہِ وَآلِہٖ

سلام

بگولے رقص میں ہوتے ہیں جب، تو سوچتا ہوں
کہ دشت پر بھی خدا کا جمال جاری ہے

سلام

سبھی عکس تیریؑ شبیہ کے، مرے دِل میں ہیں، مرے پاس ہیں
ترا صدق تیرا وجود ہے، ترے زخم تیرا لباس ہیں

وہ ہیں لفظ کتنے گراں بہا، جو نبھا سکیں ترا تذکرہ
مرے آنسوؤں کو قبول کر، یہی میرے حرفِ سپاس ہیں

یہ خیال ہے نہ قیاس ہے، ترا غم ہی میری اساس ہے
جنہیں لَو لگی ہو حسینؑ کی، وہی میرے درد شناس ہیں

جسے صرف حق ہی قبول ہو، یہی جس کا اصلِ اُصول ہو
جو نہ بک سکے، جو نہ جھک سکے، اُسے کربلائیں ہی راس ہیں

وہ جو نورِ چشمِ بتولؑ تھا، جو گُلِ ریاضِ رسولؐ تھا
اُسی ایک شخص کے قتل سے، مری کتنی صدیاں اُداس ہیں

☆

سلام

جو خالقِ گلشن تھے ، وہی وقفِ خزاں تھے
دریاؤں کے مالک تھے مگر تشنہ دہاں تھے

پا برہنہ ، تپتی ہوئی راہوں پہ رواں تھے
وہ لوگ کہ جو راحتِ دل ، راحتِ جاں تھے

جو حسن تھے ، رحمت تھے ، محبت تھے ، اماں تھے
آنچ آئی جو سچ پر تو وہی شعلہ بجاں تھے

تھا وہ بھی عجب وقت کہ اک دشت کی جانب
جاتے ہوئے ، آتے ہوئے لمحے نگراں تھے

حق بات پہ اَڑنے کی حقیقت کے مقابل
باقی جو حقائق تھے وہ سب وہم و گماں تھے

جو خون کا قطرہ تھا وہ تاریخ کی لَو تھا
نیزوں پہ جو سر تھے ، ابدیت کے نشاں تھے

☆

سلام

لب پر شہداء کے تذکرے ہیں
لفظوں کے چراغ جل رہے ہیں

جن پر گزر رہی ہے، ان سے پوچھو
ہم لوگ تو صرف سوچتے ہیں

میدان کا دل دہک رہا ہے
دریاؤں کے ہونٹ جل رہے ہیں

کرنیں ہیں کہ بڑھ رہے ہیں نیزے
جھونکے ہیں کہ شعلے چل رہے ہیں

پانی نہ ملا تو آنسوؤں سے
چُلّو بچوں کے بھر دیئے ہیں

آثار جوان بھائیوں کے
بہنوں نے زمیں سے چُن لیے ہیں

بیٹوں کے کٹے پھٹے ہوئے جسم
ماؤں نے ردا میں بھر لیے ہیں

یہ لوگ صداقتوں کی خاطر
سر دیتے ہیں، جان بیچتے ہیں

میدان سے آ رہی ہے آواز
جیسے شبیرؓ بولتے ہیں

جیسے گلشن مہک رہے ہیں
جیسے کہسار گونجتے ہیں

"ہم نے جنہیں سر بلندیاں دیں
سر کاٹتے کیسے لگ رہے ہیں!

ہیں خون رگِ نبیؐ کے قطرے
جو ریت میں جذب ہو رہے ہیں

دیکھو اے ساکنانِ عالم
یوں کشتِ حیات سینچتے ہیں!"

☆

سلام

تاریخ اپنے زعم میں اک چال چل گئی
لیکن جو شاخ ٹوٹ گئی ، پھول پھل گئی

قطرہ جونہی گرا علی اصغر کے خون کا
قصرِ ابد کے طاق میں اک شمع جل گئی

جب تجھ سے مَس ہوئے شہہِ تشنہ دہن کے لب
اے ارضِ کربلا ، تری قسمت بدل گئی

صدیاں گواہ ہیں کہ جلالِ حسینؓ میں
وہ آنچ تھی ، کہ ظلم کی برچھی پگھل گئی

اُس کے سوا جہاں میں ہوئی ہے کسے نصیب
وہ موت جو حیات کے سانچے میں ڈھل گئی

یہ راہِ حق میں صرف شہادت نہ تھی ندیمؔ
اک زندگی ، فنا سے بقا کو نکل گئی

☆

سلام

سرِ سناں سج کے جانے والے ، سلام تجھؓ پر
کٹا کے سر ، مسکرانے والے ، سلام تجھؓ پر

بسا ہوا گھر لٹانے والے ، سلام تجھؓ پر
بہت مخیّر گھرانے والے ، سلام تجھؓ پر

تو کتنی سفاک آندھیوں کے حصار میں تھا
حرم نشاں آشیانے والے ، سلام تجھؓ پر

رفیق جب ایک ایک کر کے بچھڑ چکے تھے
خدا کو شاہد بنانے والے ، سلام تجھؓ پر

urdukutabkhanapk.blogspot.com

تُو مر کے جینا سکھانے والوں کا رہنما ہے
لہو کی مشعل جلانے والے ، سلام تجھؐ پر

تری بہاریں خزاں کی زد میں نہ آسکیں گی
دِلوں میں گلشن کھلانے والے ، سلام تجھؐ پر

یہ آسماں پر شفق نہیں ، تیری کشتِ خوں ہے
اُفق اُفق لہلہانے والے ، سلام تجھؐ پر

وقار اور اعتماد سے راہِ حق میں کٹ کر
بقا کا رستہ دکھانے والے ، سلام تجھؐ پر

لُٹائی تونے حیات اور کائنات پائی
ابد ابد پھیل جانے والے ، سلام تجھؐ پر

☆

سلام

سَر میں ہے نوکِ سناں ، جسم ہے پیکاں پیکاں
خون ہی خون ہے بکھرا ہوا میداں میداں

کس کی آنکھیں ہیں کہ بجھ کر بھی ہیں مشعل مشعل
کس کا چہرہ ہے کہ کٹ کر بھی ہے رخشاں رخشاں

یہ شہادت ہے اس انساں کی ، کہ اب حشر تلک
آسمانوں سے صدا آئے گی انساں انساں!!

یہ اُسی فخرِ دوعالمؐ کا جگر گوشہ ہے
جس کی رحمت کبھی بٹتی رہی داماں داماں

کیا قیامت ہے کہ پھولوں سے بھی کمسن بچے
چہرے ماؤں کے تکے جاتے ہیں حیراں حیراں

وہ جو حق کے لیے مر جانے کا فن جانتے ہیں
ان مراحل سے گزر جاتے ہیں آساں آساں

☆

رُباعیات وقطعات

حمدِ ربِّ جمال ہے یہ بھی
ذکرِ حسنِ درونِ سنگ کروں

رُباعیات وقطعات

داورِ حشر مجھے تیری قسم
عمر بھر میں نے عبادت کی ہے
تو مرا نامۂ اعمال تو دیکھ
میں نے انساں سے محبت کی ہے

دریا ہو، صبا ہو یا خیالات
ہر چیز تری طرف رواں ہے
اب تک نہ ہُوا مگر یہ معلوم
تُو ہے تو کہاں نہیں، کہاں ہے

نہیں ہے مُدّعا تخلیقِ انساں
سمجھ میں مُدّعا لیکن نہ آیا
خُدا خالق سہی ، مخلوق کے پاس
رسول آئے ، خُدا اب تک نہ آیا

انسان کو عرش تک اُبھاروں کیسے؟
تاروں کو زمین پر اُتاروں کیسے؟
ہر عزم میں ہے تیرا تعاون مطلوب
لیکن یہ بتا، تجھے پکاروں کیسے؟

عکس اُس کا بہر رنگ نظر آتا ہے
ہر شے پہ طلسم بن کے منڈلاتا ہے
اے نرم ہواؤ' کلیو' غنچو' پھولو!
یہ کون جھلک دکھا کے چھپ جاتا ہے

نہ چھیڑو مجھ سے باتیں خیر و شر کی
میں شاعر ہوں ، بس اتنا جانتا ہوں
محبت کا اگر خالق خُدا ہے
تو میں ایسے خُدا کو مانتا ہوں

میں شہر سے تو بظاہر سفر پہ نکلا ہوں
مگر نہ سمت معین ، نہ کوئی جادہ ہے
مرے شعور نے وجدان کو یہ مژدہ دیا
ترا ، خدا سے ملاقات کا ارادہ ہے

☆

دِل کو — جسے خاکسترِ دِل کہتی ہے دُنیا
انوار کی لَو ڈال کے — تابندہ شرر کر

خیالات وافکار

میرے نقادوں کو بتاؤ، میرا بھٹکنا کھیل نہیں!
دائیں بائیں گھوم آتا ہوں، سمت کو سیدھا رکھتا ہوں

رابطہ

سحر کے وقت
جب چڑیاں درختوں اور مکانوں کی مُنڈیروں پر اُترتی ہیں
مجھے محسوس ہوتا ہے
ابھی قدرت کا اور انسان کا ناتا نہیں ٹُوٹا
وگرنہ یہ بہت پیارے پرندے
یہ ہواؤں کے، فضاؤں کے نمائندے
مسلسل چہچہاتے
دائروں میں رقص کرتے
ابتداء سے آج تک
نورِ سحر کے ساتھ ہی
حیران کن حسنِ تواتر سے

بھلا کس کی ہدایت پر
قطار اندر قطار آتے ہیں
اور صبحوں کو
اپنے دِلربا، معصوم نغموں سے سجاتے ہیں!

(۱۹۹۹ء)

وہ جو اِک چیز ہے

وہ جو ایک چیز پسِ پردۂ ظاہر ہے
وہ کیا ہے؟
کون باطن کے نشیبوں کو کھنگالے
کہ جو باطن میں اترتے ہیں
وہ واپس نہیں آنے پاتے

اور یہ چیز بلاتی ہے مجھے
دِن کا ہنگامہ ہو یا رات کا سناٹا ہو
ایک آواز
مسلسل
مرے کانوں سے گزر کر

مرے وجدان میں گُھل جاتی ہے
اور پھر گونجتا ہے میرا وجود

کون ہے تُو؟
کہ ترے مَس میں جو حِدت ہے
مری روح کو کھولاتی ہے
کون ہے تُو؟
کہ مرے غرفۂ باطن پہ
تری حلقہ زنی نے
مجھے اک عمر سے سونے نہ دیا

کوئی احساس ہے تُو
یا کوئی جذبہ ہے
کوئی وہم ہے
آسیب ہے
آخر کیا ہے؟
تُو کہیں میرا یہ بے چین تجسس تو نہیں
کہ مجھے کس نے سزا دی ہے جنے جانے کی

اور مرنا بھی ضروری ہے تو کیوں
جبکہ خدا باقی ہے
اور باقی سے فنا کی مجھے اُمید نہیں ہو سکتی

پھر پسِ پردۂ ظاہر
یہ کچوکوں کا تسلسل کیا ہے؟
میرے اللہ!
وہ کیا چیز ہے جس نے مجھ کو
روزِ اوّل سے بس اک دانۂ اسپند بنا رکھا ہے
یہ کہیں تُو تو نہیں؟

(۱۹۹۳ء)

تسلسل

اب کے برسات عجب طور سے گزری مجھ پر
بارشِ سنگ نے دھرتی کو دُھنک ڈالا ہے
بوندیں یوں گرتی ہیں، فولاد کی چادر پہ چٹانیں جیسے
دور تک پھیلی وسعت میں جو تصویریں بنائی تھیں کسانوں نے
ہری، زرد، سنہری، بُھوری
ان میں دَر آئی ہیں معصوم لہو کی دھاریں
اور انسان
وہ تخلیق کا شاہکارِ عظیم
اُس کے تو چیتھڑے اُڑتے ہوئے دیکھے میں نے
کچھ بزرگوں نے یہ ارشاد کیا ہے
کہ یہ سب قہرِ خداوندی ہے!

اور کل خواب میں، جب
خالقِ ارض و سما سے مری مڈ بھیڑ ہوئی، تو میں نے
سجدے کے بعد، ادب سے یہ شکایت کر دی:
''—تو فقط قہر نہیں، مہر بھی ہے
پھر یہ شاداب زمینوں کے اُدھڑتے ہوئے بخیئے کیا ہیں؟''—

اور آفاق در آفاق اُمڈتی ہوئی آواز کی یہ گونج سی دامانِ سماعت پہ گری
''پھول جس شاخ پہ مرجھاتا ہے
پھر اُسی شاخ پہ اُگ آتا ہے!''

(۱۹۹۲ء)

بولنے دو

بولنے سے مجھے کیوں روکتے ہو؟
بولنے دو کہ مرا بولنا دراصل گواہی ہے مرے ہونے کی
تم نہیں بولنے دو گے تو میں سناٹے کی بولی میں ہی بول اُٹھوں گا
میں تو بولوں گا
نہ بولوں گا تو مر جاؤں گا
بولنا ہی تو شرف ہے میرا
کبھی اس نکتے پہ بھی غور کیا ہے تم نے
کہ فرشتے بھی نہیں بولتے —— میں بولتا ہوں
حق سے گفتار کی نعمت فقط انساں کو ملی
صرف وہ بولتا ہے
صرف مَیں بولتا ہوں

بولنے مجھ کو نہ دو گے تو مرے جسم کا ایک ایک مسام
بول اٹھے گا
کہ جب بولنا منصب ہی فقط میرا ہے
میں نہ بولوں گا تو کوئی بھی نہیں بولے گا!

(۱۹۹۰ء)

اے خدا!

اے خدا، دِل تو آئنہ سا تھا
ٹھیس لگنے سے ٹوٹ سکتا تھا
اتنی ضربیں لگی ہیں پے در پے
میرا سب جسم کرچی کرچی ہے
آبگینے کی کیا حقیقت تھی
اتنی شدت کی کیا ضرورت تھی!

(۲۰۰۵ء)

کھٹک

دورنِ آ گہی
یہ ایک کانٹا سا کھٹکتا ہے ——
خدائے لم یزل نے'
وہ جو باقی تھا' جو باقی ہے
روزِ اوّل سے
بھلا اولادِ آدم کی فنا کا
یہ تماشا
بے تحاشہ
کیوں لگایا ہے!

(۲۰۰۶ء)

حجاب

ریت صحراؤں کی' تپتی ہے تو چلاتی ہے:
میرے اندر بھی تو گلزار اُگانے کی اُمنگیں ہیں
جو پوری نہیں ہوتیں تو سلگ اُٹھتی ہیں......!

کوہساروں سے صدا آتی ہے:
سنگ میں رنگ تو ہوتے ہیں
مگر سنگ کے سینے میں اُتر جاؤ
تو خوشبو سے بھی خالی نہیں پاؤ گے اسے.....!

برف کہتی ہے:
فقط یخ نہیں پیکر میرا

مجھ کو پگھلا کے بہاؤ تو بھڑک اُٹھوں گی
اور برقاؤں گی، دمکاؤں گی، گرماؤں گی.....!

ہم جو مٹی کے کھلونے نظر آتے ہیں
اگر کوئی کُریدے تو اسی مٹی میں
ذرّے ذرّے سے اُمڈتے ہوئے انوار بھی ہیں
ڈھیر رنگوں کے بھی
خوشبوؤں کے انبار بھی ہیں
ایسے کردار بھی ہیں
جیسے سرما میں تجلی دھوپ کا، گرما میں گھنی چھاؤں کا کردار ہوا کرتا ہے
وہی سب کچھ
جسے ہم پیار کا اعجاز بھی کہتے ہیں
جو صورتِ گرِ کونین نے
تخلیقِ دو عالم میں سمویا تھا فراوانی سے

(۱۹۸۹ء)

حشر

خدایا!
اب کوئی مخلوقِ نو تخلیق کر
انسان کی تخلیق تیری آخری تخلیق کیسے ہے!
کہ تیرے کائناتی دائروں میں
ہر گھڑی گردش نہ ہو تو محوروں کی دھجیاں اُڑ جائیں
جیسے انساں
ان گنت صدیوں کی یکسانی سے اُکتا کر
کسی لمحے
کسی بھی بے بصر لمحے
خود اپنی دھجیاں ہاتھوں میں لے کر
تیرے دَر پر آنے والے ہیں!

(۱۹۸۰ء)

تکمیل

زمین آدھی تاریک ہے
آدھی روشن ہے!
سورج کبھی اِس طرف ہے
کبھی اُس طرف
آدھی انسانیت سو رہی ہے
مگر آدھی بیدار ہے!

اور خدا'
جو فقط ایک ہے
ان تضادات پر
اس تنوع پر
آسودہ——!
ہر دائرے سے نیا دائرہ اس طرح پیدا کرتا چلا جا رہا ہے'
کہ جیسے ابھی کائنات اپنی تکمیل پانے کی خاطر
تگ و دو میں ہے!

(۱۹۷۹ء)

یہ کیا گونج ہے؟

میں اس رات کی بے ازل' بے ابد خامشی میں
جو اک گونج سی سن رہا ہوں
یہ کیا گونج ہے؟
کائناتوں کے کس گوشۂ بے نہایت سے آئی ہے؟
اس کے تسلسل میں صرف ایک ہی لفظ کیوں گونجتا ہے؟
یہ اک لفظ کیا ہے جسے ''کُن'' کے بعد اتنی عظمت ملی ہے؟
یہ لفظ اپنی تکمیل کی جستجو میں
کئی سورجوں کے مقدر پہ منڈلا رہا ہے
یہ کیا اسم ہے جو بھری کائناتوں کو بے اسم کرنے چلا ہے؟
یہ کیا گونج ہے جو قیامت کے آثار سی ہے؟

یہ چکّی کے پاٹوں کے چلنے کی ـــ سات آسمانوں کے اِک دوسرے کو
کچلنے کی آواز کیا ہے؟
خلاؤں کی بے انتہائی میں کچھ پس رہا ہے کہ کچھ بن رہا ہے؟
یہ سب کچھ نہیں ہے تو کیا ان گنت کائناتوں کا خالق خدا
اک نیا تجربہ کر رہا ہے؟

(١٩٧٨ء)

حواس

بصارت منجمد ہے
اور زباں اک برف پارے کی طرح سُن ہے
مرے یخ ذائقے میں ریت کے ذرّات اُڑتے ہیں
سماعت اس قدر بے دست و پا ہے
صرف سناٹے کی مبہم اور پیہم چیخ اس کی دسترس میں ہے
زمیں کو سونگھتا ہوں تو خلا کی باس آتی ہے
فقط اِک حس ابھی زندہ ہے
مستقبل کے لمسِ دلربا کی حِس!
مسلسل اِرتقا کی حِس!
خدا کی حِس!

(١٩٧٨ء)

تغیر

ہمارے یہ روز و شب عجب ہیں
کہ روزِ روشن پہ تیرگی کا گماں ہوتا ہے
اور شبِ تیرہ کے کناروں سے
جانے کتنے ہزار خورشید جھانکتے ہیں!
طلوع کے سارے منظروں پر
غروب کے سائے چھا رہے ہیں!
غروب کی سب شکستگی
اِک طلوع کے انتظار میں سانس روکے بیٹھی ہے!
ساری تقویم کو تغیر کا سامنا ہے
تمام اقدار
سب روایات

اپنے سانچوں کو توڑ دینے کے ایک آشوبِ مستقل میں اسیر ہیں!
اور جتنے انسان زندہ ہیں — دم بخود کھڑے ہیں
جو مر چکے ہیں
وہ ریگ زارِ عدم کے ٹیلوں پہ گر گئے ہیں
وہ منتظر ہیں
کہ پتھروں سے گلاب پھوٹیں
ہواؤں میں روشنی بہے
بارشوں میں موتی گریں
خزاں خوشبوئیں لٹائے!
وہ منتظر ہیں
کہ آسمانوں کے در کھلیں
ان گنت فرشتے اُمڈ پڑیں
اور زمین پر سجدہ ریز ہوتے ہی
آسمانوں کو لوٹ جانا ہی بھول جائیں!

تمام موسم بدل رہے ہیں
تمام معیار مٹ رہے ہیں

تمام افکار منقلب ہیں
جو سر برآوردہ تھے
وہ سر در گریباں بیٹھے ہیں
اور وہ جو کہ خاک بر سر تھے
اس قدر سر بلند ہیں
جیسے اپنے قد سے
زمین اور آسماں کے مابین کی مسافت کو ناپتے ہیں!

وہ آہنی در
جو نصب تھا فرش و عرش کے درمیان
آخر پگھل رہا ہے!
تقدس اور احترام کے مرکزوں سے پہرہ ہٹا ہوا ہے
خدا سے انساں کا ربط
سجدے سے آگے بڑھ کر
معانقے میں بدل رہا ہے

(۱۹۷۷ء)

مرا طرزِ مسلمانی

میں قرآں پڑھ چکا تو اپنی صورت ہی نہ پہچانی
مرے ایمان کی ضد ہے مرا طرزِ مسلمانی

ہے صدیوں سے بسیرا مسندِ اضداد پر میرا
مرے اعمال جامد ہیں، مرے اقوال طوفانی

ارادے منفعل ہیں، آرزوئیں مضمحل میری
عدوئے ارتقا ہے میرے روز و شب کی یکسانی

عجب کیا ہے، مجھے میرے مقاصد ہی سے اُکتا دے
مرا ذوقِ خود آرائی، مرا شوقِ تن آسانی

خدا اس پر بھی، جانے کیوں، افق پر مسکراتا ہے
قبائے شب سے جب چھنتی ہے صبحوں کی زر افشانی
(۱۹۷۷ء)

بھیک مانگے کوئی انساں تو میں چیخ اٹھتا ہوں
بس یہ خامی ہے مرے طرزِ مسلمانی میں
(ندیم)

عقل اور وجدان

ایسی دنیا سے ہمیں کوئی توقع کیا ہو
جس میں وجدان پہ ہو عقل کی ضد کا الزام

عقل انسان کے پیکر میں تو محبوس نہیں
اور وجدان ہے اس عقل کی پرواز کا نام

سوچتے سوچتے آجاتے ہیں ایسے پل بھی
جب پگھل جاتا ہے یہ عالمِ اشیا کا نظام

اور ہم لوگ خلا تا بہ خلا دیکھتے ہیں
جس طرف دیکھتے ہیں، صرف خدا دیکھتے ہیں

(۱۹۷۷ء)

قریۂ محبت

بہت شدید تشنج میں مبتلا لوگو!
یہیں قریب، محبت کا ایک قریہ ہے

یہاں دھوئیں نے مناظر چھپا رکھے ہیں، مگر
افق بقا کا وہاں سے دکھائی دیتا ہے

یہاں تو اپنی صدا کان میں نہیں پڑتی
وہاں خدا کا تنفس سنائی دیتا ہے
(۱۹۷۶ء)

فکر

راتوں کی بسیط خامشی میں
جب چاند کو نیند آ رہی ہو
پھولوں سے لدی خمیدہ ڈالی
لوری کی فضا بنا رہی ہو

جب جھیل کے آئینے میں گھل کر
تاروں کا خرام کھو گیا ہو
ہر پیڑ بنا ہوا ہو تصویر
ہر پھول سوال ہوگیا ہو

جب خاک سے رفعتِ سما تک
اُبھری ہوئی وقت کی شکن ہو
جب میرے خیال سے خدا تک
صدیوں کا سکوت خیمہ زن ہو

اُس وقت مرے سُلگتے دِل پر
شبنم سی اُتارتا ہے کوئی
یزداں کے حریمِ بے نشاں سے
انساں کو پکارتا ہے کوئی

(۱۹۵۳ء)

کچھ تو کر

کُملائی ہوئی روح کو، یارب گُلِ تر کر
اس جامِ سفالیں کو کبھی ساغرِ زر کر

جب تیرے اشارے سے چٹک جاتے ہیں غنچے
اُمید کی منہ بند کلی پر بھی نظر کر

دِل کو — جسے خاکسترِ دِل کہتی ہے دُنیا
انوار کی لَو ڈال کے — تابندہ شرر کر

اب مرے لیے تنگ ہے یہ عالمِ بے رنگ
بوسیدہ ہے یہ قصر، اسے زیر و زبر کر

کب تک ترے بندوں کی غلامی پہ کروں ناز
تاروں کے نشیمن سے بھی اونچا مرا سر کر

گر نخلِ تمنا کو ثمرور نہیں کرنا
افسانۂ اکرام بعنوانِ دِگر کر

اس پر بھی اگر تیرا کرم کچھ نہیں کرتا
گستاخ کلامی سے مری قطع نظر کر

یہ بھی نہیں منظور تو اے مبدأ الطاف
احساس مرا چھین، مجھے خاک بسر کر

(۱۹۴۱ء)

بارگاہِ نیاز

جھکتے ہیں سرکشوں کے شب و روز سر یہاں
رہتا ہے نورِ حسنِ ازل جلوہ گر یہاں

ہے امتیازِ مرگ و حیات ایک دل لگی
پاتا نہیں ہوں اپنے نفس کی خبر یہاں

ہوتی ہیں دو جہاں پہ نگاہیں مری محیط
ملتی ہے جب کسی کی نظر سے نظر یہاں

جن کے قدم جرس کی صدا پر نہ اُٹھ سکے
کرتے ہیں پل میں کون و مکاں کا سفر یہاں

مذہب بھی اپنے حال پہ رہتا ہے اشکبار
منطق بھی ڈال دیتی ہے اپنی سپر یہاں

جس کی تلاش کرتے رہے لوگ عرش پر
دِل سے نکل کے ہنستا ہے وہ سیم بر یہاں

ایک ایک پل ہے زندگیٔ جاوداں ندیمؔ
پاتا ہوں عمرِ خضر کو بھی مختصر یہاں

(۱۹۳۹ء)

منتخب غزلیہ اشعار

مرا معیارِ غزل خوانی ہے
حرفِ سادہ میں بلاغت اُنؔ کی

منتخب غزلیہ اشعار

فن کے پردے میں بھی کی تیریؐ عبادت میں نے
اپنے اشعار کو دی تیریؐ صباحت میں نے

مرے اشعار میں یوں دفن ہیں اسرار ترےؐ
پردۂ ساز میں آواز ہو پنہاں جیسے

برسوں سے تریؐ طرف رواں ہوں
ہمت ہے تو انتظار کر لے

اس توقع پہ میں اب حشر کے دن گنتا ہوں
حشر میں اور کوئی ہو کہ نہ ہو توؐ ہوگا

وسعتِ دہر اِک اُجڑا ہوا معبد ہوتی
روزِ اوّل اگر اِبلیس نہ کرتا انکار

کیوں پھیر میں آتے اہرمن کی
یزداں کے بھی ہیں مزاج داں ہم

بزمِ انساں میں بھی اِک رات بسر کر دیکھو
ایک بار اپنی زمیں پر بھی اُتر کر دیکھو

پردۂ ارض و سما کا یہ تکلّف کیسا
ان حجابوں میں تو جلوہ ترا پنہاں نہ رہا

نہیں تو خاک میں یہ قوتِ حیات ہے کیا
وہ اس جہان میں پوشیدہ ہے کہیں نہ کہیں

چھان ڈالی ہے زمین اور فضا اور خلا
میں تری کھوج میں نکلوں تو کہاں تک جاؤں

وہ جو ایک نقطۂ نور تھا، مری عقل میرا شعور تھا
جو سمجھ لیا تو صنم بنا، نہ سمجھ سکے تو خدا ہوا

وہی خدا، کہ جو افلاک سے اُترتا نہیں
اُسی کا عکس مجھے خاک پر نظر آئے

خدا کے لب پہ ہنسی ہے، خدائی جھوم رہی ہے
تمہاری بات چلی ہے، مری حسین خطاؤ

ہاں، میں خاموش محبت کا بھرم رکھ نہ سکا
ہاں، خدا کو تو ترا نام بتا رکھا ہے

تنہا ہے تا بہ ابد میرا دشتِ تنہائی
ندیم اب تو میرا ہمسفر خدا ہوجائے

میں عمر بھر درِ دل وا رکھوں گا اس کے لیے
کہ وہ خدا ہے، تو پھر اپنے گھر بھی آئے گا

روز اک نیا سورج ہے تیری عطاؤں میں
اعتماد بڑھتا ہے صبح کی فضاؤں میں

اہلِ ثروت پہ خدا نے مجھے سبقت دے دی
اُس کی رحمت نے قلم کی مجھے دولت دے دی

کائناتیں میرے خوابوں کی اسیر
اور قدرت سے میں کتنا چاہوں

ہم نے سجدہ کیا صرف ایک خدا کے در پر
ہم سرافراز گزرتے رہے درباروں سے

یہ راز مجھ پہ کُھلا اس کی حُسن کاری سے
کہ آدمی ہے خدا کے مزاج کا پَرتو

بخش دے گا مجھے خدائے جمیل
میں کہ ہوں ایک مدح خوانِ جمال

خالی پڑی رہیں گی جہنم کی وسعتیں
یاد آئے گی نہ حُسنِ کرم کو حساب کی

جہنم میں جلے کیوں اُس کا شہکار
خدا کچھ بھی ' پر ایسا نہ ہوگا!

صرف آفات نہ تھیں ذاتِ الٰہی کا ثبوت
پھول بھی دشت میں تھے' حشر بھی جذبات میں تھے

حمد رب جمال ہے یہ بھی
ذکر حسنِ درونِ سنگ کروں

شبِ تار سے نہ ڈرا مجھے' اے خدا جمال دکھا مجھے
کہ ترے ثبوت ہیں بیشتر' تری شانِ جاہ و جلال کے

جو تجھ کو دیکھے وہ خالق کی حمد کرنے لگے
عجب کمال ترے حُسنِ بے مثال میں ہے

سب خدوخال خدا کے ہیں مصور جیسے
یہ جو انساں نظر آتے ہیں ' یہ تصویریں ہیں

تری رحمت تو مُسلّم ہے ' مگر یہ تو بتا
کون بجلی کو خبر دیتا ہے کاشانوں کی؟

مرے شوق پر یہ گرفت کیوں' اے خدا یہ نفیٔ سرشت کیوں؟
یہ وہ نشہ ہے' جسے آدمی ترے آسمان سے لائے ہیں

تری خدائی میں شامل اگر نشیب بھی ہیں
تو پھر کلیم سرِ طوُر کیوں بلائے گئے؟

اے خداوند! ہر انسان کا جینا مرنا
تیری منشا ہے ' تو پھر اتنے جھمیلے کیوں ہیں؟

میرے سوال کا ' یارب ' کوئی جواب تو دے
اُسے برسنا نہیں تھا تو ابر کیوں اُمڈا؟

ایک آواز مسلسل پیچھا کرتی ہے
انسانو! میں باغِ بہشت میں تنہا ہوں

ہم تو اللہ کے بھی قُرب سے بیگانہ ہیں
اجنبی! ہم تجھے کچھ دُور سے پہچانیں گے

اُس کا ہونا ہے مرے ہونے سے
میں نہ ہوتا ' تو خدا کیا کرتا

اس لیے صرف خدا سے ہے تخاطب میرا
میرے جذبات کو سمجھے گا فرشتہ کیسے؟

تو آدمی کا ہے معبود اور عظیم و جلیل
میں قدُسیوں کا ہوں مسجُود اور خوار و زبوں

میں نے جو جُرم کیے ' میری جبلّت تھے مگر
میرے اللہ! قیامت ہیں سزائیں تیری

الٰہی داد دے حسنِ نظر کی
تری شب میں دِیا میں نے جلایا

کیا سوائے موت، کچھ بھی دستِ قدرت میں نہیں
یہ تماشا تو ہے صدیوں سے مرا دیکھا ہُوا

یہ بھید، تیرے سوا، اے خدا! کسے معلوم
عذاب ٹوٹ پڑے مجھ پہ، کس کے لائے ہوئے

یارب! تو اُوجِ عرش سے اُترے تو یہ کہوں
اس عدل گاہ میں مارا گیا بے خطا سدا

یہ روزِ حشر ہے، لیکن مرے حساب سے قبل
مجھے خدا کی عنایات کا حساب ملے

چلن خدا کا مجھ انساں سے نبھ نہ پائے گا
اُسے مناؤں گا کیسے جسے بناؤں گا میں

اپنا اِدراک ہے دراصل خدا کا اِدراک
شاید اس خوف نے خود مجھ سے چھپایا ہے مجھے

میں کس ثبوت پہ الزام یہ خدا پہ دھروں
لکھے نصیب، تو انساں بھی کردیے تقسیم

مجبور ہے جب بشر تو یارب
اعمال کا پھر حساب کیسا!

زندگی کرنے کا فن خود سیکھا ہی نہیں
اور سارے الزام خدا پر دھرتا ہوں

انجام برا ہوا انا کا
در بند ملا مجھے خدا کا

اپنے ایمان کو آوارہ نہ ہونے دو کبھی
ایک مل جائے تو ایک اور خدا مت ڈھونڈو

وہ تو یکتا ہے ، مگر عالمِ تنہائی میں
میں نے گھبرا کے کئی نام پکارے اُس کے

اپنے اللہ سے شکوے کا محل ہو تو کروں
غم دیئے ساتھ ہی غم سہنے کی راحت دے دی

تُو حقیقت ہے تو آ اِس کی گواہی دینے
اب مجھے تیرا تصور نہیں بہلا سکتا

کہنا چاہوں مگر اے کاش کبھی کہہ پاؤں
آسمانوں سے اُتر آ کہ تجھے اپناؤں

ہر بشر کو جو خدا پاس بلا لیتا ہے
وہ خدا بھی تو کسی روز بشر تک پہنچے

دوزخ انسان پہ ہو جائے حرام
رب سے یہ وعدۂ فردا چاہوں

سنا ہے عہدِ ماضی میں تو اِک آنسو ہی کافی تھا
نہ جانے عہدِ نو میں کیوں نہیں سنتا خدا میری

کانٹوں سے تو بھر دیا ہے آنگن
اک پھول بھی ، اے خدا ، کھلا دے

سہارا ہے مجھے جس کے محیطِ کبریائی کا
اُسی سے مجھ کو شکوہ ہے دُعا کی نارسائی کا

مجھے جب لفظ کی حرمت کا اتنا پاس رہتا ہے
تو پھر کیوں آسماں پر ٹھوکریں کھائے دُعا میری

چپ ہوں کہ چپ کی داد پہ ایمان ہے مرا
مانگوں دُعا جو میرے خدا کو خبر نہ ہو

بڑا سرُور ملا ہے مجھے دُعا کر کے
کہ مسکرایا خدا بھی ستارا وا کر کے

اس رشتۂ لطیف کے اَسرار کیا کُھلیں
تُو سامنے تھا ، اور تصور خدا کا تھا

خدا کا شکر کہ ارزاں نہیں مرے سجدے
مرے وجود کا پندار ، لاالٰہ میں ہے

ندیم تجھ کو خدا حدِ کائنات سے ماورا ملے گا
جو خالقِ کائنات ہے، کائنات میں کس طرح سمائے

کتنا کافر ہے کربِ محرومی
ہم بھی دستِ دُعا اُٹھانے لگے

یہ جب تیری مشیت ہے تو کیا تقصیر میری ہے
تری تحریر آخر کس لیے تقدیر میری ہے

ہر حادثے کے بعد یہ اُلجھن رہی ندیم
بندے سے بے نیاز رہا کیوں خدا سدا

تو کبھی رات ، کبھی دِن ، کبھی ظلمت ، کبھی نُور
تیرے جلوے ، تجھے وحدت نہیں بننے دیتے

یہ انکشاف اگر کفر ہے ، تو کیا کیجئے
فرشتے عرش پہ ، لیکن خدا بشر میں رہا

گردش کے آئینے میں بیٹھا ہے خدا
حد نظر تک تنے ہوئے حلقے کی طرح

مجبور نہیں خدا ، مگر کیوں
جو کچھ ہے ، ہدف ممات کا ہے؟

جانے اب تک ہے خدا کیوں تنہا
کوئی خلوت بھی تو خلوت نہ رہی؟

اب ایک بار تو قدرت جواب دہ ٹھہرے
ہزار بار ہم انسان آزمائے گئے

ایک ہوتے جو خالق و مخلوق
کیسے ابلیس درمیاں ہوتا

ہر تغیر سے ماورا ہونا
کتنا دشوار ہے خدا ہونا

یہ راز کیا ہے کہ ارض و سما کے خالق نے
کسی کو اپنے سوا جاوداں نہ رہنے دیا

دعویٰ ہے تجھے واعظ! کیوں قربِ خدائی کا
تونے اُسے سوچا ہے، میں نے اُسے سمجھا ہے

موسیٰ نہ سہی، ندیم تو ہوں
مجھ کو بھی دکھائی دے، الٰہی!

ہر انساں موت کی جانب رواں ہے
فغاں ہے! اے میرے خالق فغاں ہے

راز ہے یہ بھی کبریائی کا
آدمی پاسباں خدائی کا

میرے نقادوں کو بتاؤ، میرا بھٹکنا کھیل نہیں
دائیں بائیں گھوم آتا ہوں، سمت کو سیدھا رکھتا ہوں

انساں کی انا بھی تو عبادت ہے خدا کی
اپنا جو نہ ہو وہ تو کسی کا نہیں ہوتا

خدا نے عطا کی مجھے زندگی
سو ایک ایک لمحہ امانت لگا

نہیں ہے کیوں کوئی حد تیری کائناتوں کی؟
خدا سے پوچھتا رہتا ہوں ڈرتے ہوئے

ہیں افق پر جو بغلگیر خدا اور انساں
آسماں اور زمیں کی وہیں یکجائی ہے

ندیم اولادِ آدم پر کبھی تو مہرباں ہوگی
وہ قدرت دے رہی ہے جو غذا کیڑے کو پتھر میں

تخلیق کے ذوقِ جاوداں سے
انسان، خدا کا ترجماں ہے

بگولے رقص میں ہوتے ہیں جب تو سوچتا ہوں
کہ دشت پر بھی خدا کا جمال جاری ہے

سمندروں کی تہوں سے بُلا رہا ہے مجھے
وہ موج سفینہ اُچھالنے والا

گھٹا جب دن کو شب کر دے، تو وہ تیرا کرشمہ ہے
جب اُس کا حاشیۂ چمکے، تو یہ تنویر میری ہے

اس حوالے سے کہ شہپارۂ تخلیق ہے وہ
مجھ کو انسان سے خوشبوئے خدا آتی ہے

نیلگوں آسماں کے محلوں سے
دے رہا ہے مجھے کوئی آواز

مرا کوئی بھی نہیں کائنات بھر میں ندیم
اگر خدا بھی نہ ہوتا تو میں کدھر جاتا

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالمِ نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

نظامِ دہر تیرے اختیار میں ہے، مگر
میں سوچتا ہوں کہ تُو کس کے اختیار میں ہے

مرے لیے مرے غم بھی خدا کی رحمت ہیں
یہ میری عصمتِ کردار کی ضمانت ہیں

ہے میرے سامنے منظر انوکھا
خدا ہے اور ساون کی جھڑی ہے

الٰہی، جب بھی مروں میں تو اِس ادا سے مروں
کرن کی طرح گلوں میں نفوذ کر جاؤں

ندیمؔ ارزاں نہیں تھے میرے سجدے
مرا معبود صرف اِک میرا رب تھا

شبِ فرقت میں جب نجمِ سحر بھی ڈوب جاتا ہے
اُترتا ہے مرے دِل میں خدا آہستہ آہستہ

خدا کے نُور کو چُھو کر یہ سوچتا ہوں ندیمؔ
کہاں کہاں مجھے لائی مرے خیال کی رَو

☆